

کامیابی اور ناکامی تعلیمات شریعت کی روشنی میں



مولانا محمد الیاس گھمن
شیخ الحدیث
حفظہ اللہ

خالقہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

- 4..... اللہ تعالیٰ کے امر پر یقین رکھنا:
- 5..... اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھنا:
- 5..... اللہ تعالیٰ کے علم پر یقین رکھنا:
- 6..... قیامت کے دن پر یقین رکھنا:
- 7..... زُہد کیا ہے؟:
- 8..... زہد امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:
- 8..... دنیاوی اسباب کو ترک کرنا زُہد نہیں:
- 8..... زہد امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:
- 9..... بخل کیا ہے؟:
- 9..... کفایت شعاری اور بخل میں فرق:
- 10..... ائِلُّ کیا ہے؟:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نیکیوں کو اپنانے جبکہ گناہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے، مزید احسان یہ فرمایا ہے کہ کامیابیوں اور ناکامیوں کی نشان دہی بھی فرمادی ہے۔

آج دنیا کا ہر شخص کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور ناکامی سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ ذیل میں ایک حدیث پیش کی جا رہی ہے جس میں محسن انسانیت خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے مختصر الفاظ میں جامع ہدایات ارشاد فرمائی ہیں:

عَنْ حَمْرٍ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوَّلُ صَلَاحٍ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالنَّبِيِّينَ وَالزُّهْدِ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا بِالْبُخْلِ وَالْأَمَلِ.

شعب الایمان للبیہقی، الرقم: 10350

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس امت کی کامیابی کی بنیادی چیزیں یقین کرنا اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے اور اس امت کی بربادی کی بنیادی چیزیں بخل اور دنیا کے بارے میں لمبی لمبی امیدیں باندھنا ہے۔“

اس میں پہلی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ کامیابی کے حصول کے لیے دو راستے ہیں جو شخص ان راستوں پر چلے گا یقیناً وہ کامیاب

ہو گا ان میں پہلا راستہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین کرنے کا ہے۔ اس راستے پر چلنے سے اس کی زندگی میں خوشی، سکھ، چین، راحت اور سکون و اطمینان نصیب ہو گا اور وہ ترقی کی تمام منزلیں آسانی سے طے کر لے گا۔ اس یقین کی چند اہم صورتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے امر پر یقین رکھنا:

انسان اپنے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح بٹھالے اور اس پر یقین کر لے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، نفع و نقصان کی مالک و مختار صرف اللہ کی ذات ہے، کامیابی دلانا اور ناکامی سے بچانا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اس کے چاہنے سے ہی عزت ملتی ہے اور وہی ذلت و رسوائی سے بچا سکتا ہے، رزق روزی اسی کے اختیار میں ہے ڈکھ سکھ اسی ذات کے ہاتھ میں ہے، زمین و آسمان اور کائنات کے ذرے ذرے میں اسی کی بادشاہت کا فرمان ہے۔ قرآن کریم اسی بات کو یوں سمجھایا گیا ہے:

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ O

سورۃ التکویر، رقم الآیۃ: 29

ترجمہ: ”تمہاری چاہت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک دونوں جہانوں کے رب کی منشاء اس میں شامل نہ ہو جائے۔“

یقین کیجئے کہ جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے اس کے دل سے مخلوق کا خوف نکل جاتا ہے اور حق بات کہنے میں کسی سے خوف زدہ اور مرعوب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھنا:

انسان اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ پر یقین رکھے اور اس عقیدے پر اپنی زندگی گزارے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ اسے ضرور ملے گا نہ اس سے کم اور نہ ہی اس سے ایک ذرہ زیادہ۔ اور جو مقدر میں نہیں لکھا وہ اسے کبھی بھی نہیں مل سکتا۔ مال و دولت، آل و اولاد کا ملنا ہو یا اس کا ختم ہونا، رزق کی فراخی ہو یا قلت و تنگدستی، حوادثِ زمانہ سے محفوظ رہنا ہو یا مصائب میں الجھنا۔ الغرض ہر بات میں اللہ کی قدرت کاملہ اس کی ساری تدابیر پر غالب رہتی ہے۔

جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے وہ دنیا کے حصول میں میانہ روی اختیار کر لیتا ہے اور غیر شرعی مصروفیات سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے، خدا نخواستہ کبھی نقصان ہو بھی جائے تو اس کا دل اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ صبر و شکر کا عادی بن جاتا ہے جو اسے ذہنی تکلیف سے نجات دلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم پر یقین رکھنا:

انسان اپنا یہ عقیدہ بنائے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے ہر عمل کا علم ہے، میرے قول و فعل اور ظاہر و باطن سے بخوبی واقف ہے، وہ ذات رات کے اندھیروں میں، دن کے اجالوں میں، آبادیوں اور ویرانوں میں، جنگلوں اور پہاڑوں میں، زمینوں اور آسمانوں میں جو کوئی جو کچھ کر رہا ہے وہ اس کے احاطہ علم میں ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن کریم میں اسی بات کو یوں سمجھایا گیا ہے:

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسَرَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝

سورة الرعد، رقم الآية: 8 تا 10

ترجمہ: ”اللہ کے علم میں ہے وہ جو حمل والی خواتین کے پیٹ میں ہے اور جو کچھ رحم مادر میں بڑھتا یا سکڑتا ہے، اور ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک پیمانہ مقرر ہے وہ پوشیدہ کو بھی جانتا ہے اور ظاہر کو بھی، وہ سب سے بڑا اور برتر ہے اس کے ہاں برابر ہے کوئی آہستہ بولے یا زور سے وہ سب سن لیتا ہے اس طرح اس کے لیے یہ بات بھی برابر ہے جو رات کو چھپ جائے یا دن کو ظاہر ہو کر پھرے۔“

جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے گا اس کے لیے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں فکر پیدا ہوتی ہے جو فکر دونوں جہانوں کی ترقیوں کا زینہ بنتی ہے۔ وہ کھلے عام بھی برائیوں کو چھوڑ دیتا ہے اور چھپ کر بھی گناہ کرنے سے بچتا ہے تاکہ اس کا رب ناراض نہ ہو جائے۔

قیامت کے دن پر یقین رکھنا:

انسان یہ عقیدہ اپنائے کہ ایک دن ضرور اپنے رب کے پاس پہنچے گا جہاں اس کو اپنے اعمال کی جزایا سزا ملے گی، نیکیوں کا صلہ بھی ملے گا اور گناہوں کا عذاب بھی اس دن اس کا ہر عمل اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ قرآن کریم میں اسی بات کو یوں سمجھایا گیا ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

سورة الزلزال، رقم الآية: 7، 8

ترجمہ: ”جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“

جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے وہ عبادتِ خداوندی اور اطاعتِ نبوی پر چل پڑتا ہے اپنے نامہ اعمال سے گناہوں کو ختم کرنے کے لیے روزانہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے مزید یہ کہ اس کا دل ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنے لگتا ہے۔

یقین کے یہ چار درجے حاصل کرنے کے لیے ہمیں سنجیدگی سے فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز جس پر کامیابی ملتی ہے وہ ہے زُہد (..... کو پیش کے ساتھ پڑھنا ہے)

زُہد کیا ہے؟

انسان دنیا میں رہتے ہوئے خالق اور مخلوق دونوں کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ لوگوں سے میل جول رکھے، اچھا لباس، اچھی خوراک، عمدہ رہائش اگر میسر ہے تو اسے اللہ کی نعمت سمجھ کر استعمال کرے اور اس پر شکر ادا کرے اور اگر یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو صبر سے کام لے شکوہ و شکایت کا مزاج نہ بنائے۔ اپنے دل کو دنیا سے بے نیاز رکھے اور ہر معاملے میں دنیا پر آخرت کو ترجیح دے تاکہ آخرت کے نقصان سے بچنے کے لیے دنیا کے نقصان برداشت کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے۔

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ بعض لوگ کم علمی اور کم فہمی کی بنیاد پر غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ زُہد کا معنی پھٹا

پرانا لباس اور بد حالی والی زندگی گزارنا ہے۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔

زہد امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (المتوفی: 161ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلَيْسِ الْعَلِيْظِ وَالْحَشِيْنِ وَآكَلِ الْجَشْبِ اِنَّمَّا
الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَصْرُ الْاَمَلِ۔

شرح السنۃ للبعنوی، الرقم: 4093

ترجمہ: ”زُہد کا معنی یہ نہیں کہ کھانا روکھا سوکھا کھایا جائے، لباس پھٹا پرانا پہنا جائے بلکہ زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی امیدیں اور آرزوئیں کم کر دی جائیں۔“

دنیوی اسباب کو ترک کرنا زُہد نہیں:

شریعت میں جائز اور حلال چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو ناجائز خیال کر کے رہنا زہد کی حقیقت نہیں بلکہ زہد کی حقیقت سے لاعلمی ہے۔ ہمارے ہاں ایک المیہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ دنیوی کام کاج چھوڑ دیتے ہیں، ملازمت سے مستعفی ہو جاتے ہیں، رزق حلال کمانا بند کر دیتے ہیں، ذرائع آمدن کو ”دنیا“ تصور کر کے اس سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں اور اسے ”زُہد“ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ رہبانیت ہے جس سے اسلام نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

زہد امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی: 179ھ) زُہد کے بارے فرماتے ہیں:

طَيْبُ الْكَسْبِ وَقِصْرُ الْاَمَلِ۔

شعب الایمان للبیہقی، الرقم: 10293

ترجمہ: ”زرق حلال کمایا جائے اور دنیا کی لمبی آرزوؤں کو چھوڑ دینا چاہیے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی کامل ہیں۔ صرف کامیابی کی روشن راستوں تک ہی رہنمائی ہی نہیں کی بلکہ ناکامی کے راستوں کی نشان دہی بھی کر دی ہے تاکہ اس سے بچا جاسکے۔ چنانچہ آپ نے بخل اور امل (دنیا کی لمبی امیدوں) کو ناکامیوں کے تاریک راستے قرار دیا۔ جس پر چل کر انسان دونوں جہانوں میں ناکام و نامراد رہتا ہے۔

بخل کیا ہے؟:

خرچ کرنے کے مواقع پر بھی انسان خرچ نہ کرے، اس سے دنیا کی محبت، لالچ، طمع اور حرص پیدا ہوتی ہے انسان ہر وقت پیسوں کو گن گن کر جوڑنے کی فکر میں رہتا ہے، اپنے آپ پر، آل اولاد پر، عزیز واقارب پر اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا اور ان کے مالی حقوق ادا کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے، اس کی طبیعت اور مزاج میں سب رشتوں کی قدر مال و دولت سے کم ہوتی ہے، اللہ کے راہ میں خرچ نہ کرنا، واجبی صدقات زکوٰۃ، عشر اور قربانی نہ کرنا اور یتیموں، مسکینوں اور غریبوں سے انسانی ہمدردی ختم ہو جاتی ہے اس لیے وہ خالق اور مخلوق دونوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بری صفت سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اسے فساد امت کی جڑ قرار دیا ہے۔

کفایت شعاری اور بخل میں فرق:

کفایت شعاری اور بخل میں فرق ہے۔ کفایت شعاری بہت ضروری چیز

ہے اسے اپنانے کا حکم ہے جبکہ بخل ناپسندیدہ بات سے اس سے بچنے کا حکم ہے۔ کفایت شعاری یہ ہے کہ انسان فضول خرچی سے بچے لیکن ضرورت کے مواقع پر مناسب طریقے سے خرچ کرے، اپنی حیثیت کے مطابق اپنے آپ پر، اہل خانہ، آل و اولاد پر، قریبی رشتہ داروں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرے جبکہ بخل یہ ہے کہ انسان کا خون سفید ہو جائے اور اس کی نگاہ میں خونی رشتوں، انسانی قدروں اور معاشرتی تقاضوں کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے بس پیسہ ہی سب کچھ ہو۔

اہل کیا ہے؟

دنیا کی لمبی لمبی امیدیں باندھنا اور ان امیدوں کی تکمیل میں آخرت کو بھول جانا۔ آج ہماری حالت ایسی ہوتی جا رہی ہے کہ ہم نے اپنی دنیاوی امیدوں کو پورا کرنے کے لیے جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتے، اپنی تمام تر توانائیاں فقط دنیاوی مال و متاع کے حصول میں لگا رہے ہیں، آخرت کو بھول چکے ہیں، موت، قبر، میدان محشر، جنت، جہنم اور اخروی انعام و عذاب کو یکسر بھول بیٹھے ہیں ہر وقت اپنے دھن میں لگے ہوئے ہیں جبکہ ایک پل کا علم نہیں کہ کب جان نکل جائے؟ اس لیے ہمیں شریعت کی مبارک تعلیمات پر چلنا ہو گا ورنہ دنیا و آخرت میں ہماری نجات ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

مسرتیاس لکھن

جمعرات، 2 جولائی، 2020ء